از دفتر ناظر اعلیٰ محکمہ نظارت (ترقی اسلام) قادیان - پنجاب

اعلان نظارت

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مندرجہ ذیل جماعتوں کیلئے مندرجہ ذیل اشخاص کو امیر جماعت مقرر فرمایا ہے۔ دوسری جماعتوں کو لئے بھی ضروری ہے۔ کہ وہ بھی اپنی اپنی جماعت کے ان اشخاص کے نام منتخب کر کے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بھیجدیں جنکو وہ اپنا امیر بنانا مناسب سمجھتے ہیں ؛

(۱) بھینی شرقپور - چودھری احمد الدین صاحب۔
(۲) گجرات - چودھری احمد الدین صاحب۔
(۳) سنور - چودھری مہدی حسین صاحب۔
(۴) گوجرانوالہ - حکیم محمد الدین صاحب
(۵) امرتسر - ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب
(۶) حیدرآباد دکن - مولوی میر محمد سعید صاحب[۱]
(۷) مردان - منشی محمد یوسف صاحب
(۸) کٹک - پروفیسر عبد القادر صاحب

[۱] مولوی میر محمد سعید صاحب عرب شریف کیطرف جانیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس سفر جانیکے بعد انکی جگہ مولوی غلام اکبر خان صاحب قائمقام امیر ہوں گے ؛

خاکسار
شیر علی عفا عنہ۔ ناظر اعلیٰ :-

(انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر چھپتا :-)

تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان،

میں تمام بزرگان سلسلہ و احباب کرام کی توجہ اس امر کیطرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ کہ جس غرض کے لئے ہائی سکول کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اسطرف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب توجہ ہٹتی جا رہی ہے۔ جس کا بدیہی ثبوت یہ ہے۔ کہ بوڈران کی تعداد دن بدن گھٹتی جا رہی ہے۔ اسکی وجہ ممکن ہے۔ اور بھی ہو۔ لیکن میرا قیاس ہے۔ کہ احباب نے حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کو بھلا دیا ہے۔ اس مدرسہ کی بنیاد ڈالتے ہوئے حضور نے اس امر کا اظہار فرمایا تھا۔ کہ اسکے ذریعہ نہ صرف آئندہ پود زمانے کے زہریلے اثرات سے محفوظ رہینگے۔ بلکہ قادیان کی پاک آب و ہوا میں رہکر وہ اپنے اندر وہ پاک روحانی اخلاقی اور دینی تبدیلی پیدا کرینگے۔ کہ وہ دنیاوی حالتوں میں دوسری سکولوں کے طالب علموں سے ہم پلہ رہکر بلکہ بڑھکر دین کے خادم ہونگے۔ آج تک یہ غرض اس مدرسہ کے قیام سے کہاں تک پوری ہوئی۔ اس کے لئے کہیں دور جانیکی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب اسی سکول کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یکے بعد دیگرے۔ اپنے تمام صاحبزادوں کو اسی سکول میں سکول کی آخری جماعت تک تعلیم دلائی اور حضور کے نقش قدم پر چلکر حضرت خلیفۃ المسیح اول نے بھی اپنے بچوں کو اسی سکول میں داخل فرمایا۔ پھر اسوقت اطراف و اکناف دنیا میں اگر احمدی مبلغ ملیں گے۔ تو اسی سکول کے طالبعلم ہونگے۔ یا وہ لوگ قادیان میں جن کی زندگی کا بہت سا حصہ اسی سکول کی تعلیم و تربیت میں گذرا۔ مثلاً چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے مولوی غلام محمد صاحب بی۔ اے۔ اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب۔ یہ تو اسی سکول کے طالب علم ہیں۔ اور جو کام یہ لوگ کر رہے ہیں۔ وہ سب احباب کو معلوم ہے۔ اور پھر مولوی شیر علی صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب کی زندگی کا بہترین حصہ اسی سکول میں کام کرتے گذرا۔ ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیرؔ۔ اور مولوی مبارک علی صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی بھی اسی سکول میں کام کرتے رہے ہیں۔ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب اور سید قاضی امیر حسین صاحب کا بہترین زمانہ اسی سکول کے ساتھ گذرا۔ یہ صرف مختصر طور پر ہے۔ ورنہ دنیا کے مختلف شعبوں میں ہائی سکول کے احمدی فرزند جسطرح کام کر رہے ہیں۔ وہ اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ اگر کسی نے تربیت کا اثر دیکھنا ہو۔ تو وہ دیکھے کہ ہائی سکول کے طالبعلم جو اب مختلف کالجوں میں پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے سٹرائکوں وغیرہ میں کسی طرح پر احمدیت کے جھنڈے کو نمایاں طور پر کھڑا رکھا۔ اور کس جوش و مستعدی سے وہ احمدیت کے پھیلانے میں کوشاں ہیں مثال کے طور پر میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب سابق منگل سنگھ ہیں۔ جو اس سکول کے طالبعلم ہیں۔ انہیں حالت طالب علمی میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور اب وہ بیسیوں طالبعلم میڈیکل سکول میں احمدیت میں لا چکے ہیں۔ حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کو کون واقف نہیں۔ وہ بھی اسی سکول کے طالب علم ہیں۔ مصنف اختیار الاسلام کے نام نامی سے کون ناواقف ہے۔ جنکو احمدیت کی دھن دن رات لگی رہتی ہے۔ وہ اس سکول میں بیس سال سے زیادہ عرصہ سے کام کر رہے۔ نتائج اور کھیلوں کے لحاظ سے احباب روشن ہے۔ کہ کسطرح یہ سکول دوسرے سکولوں کو دوش بدوش ہی نہیں۔ بلکہ انسے بڑھکر قدم مار رہا ہے۔ اس صورت میں احباب کا ہائی سکول کیطرف توجہ نہ کرنا قابل افسوس ضرور ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا صریح ارشاد موجود ہے۔ کہ قوم اپنے بچوں کو یہاں بھیجے۔ تاکہ احمدیت کی فوجیں یہاں سے تیار ہوکر نکلیں۔ جیسا کہ کئی جرار سورمے نکل چکے ہیں۔ کونسا وہ احمدی ہے۔ جس کا دل نہیں چاہتا۔ کہ حضرت کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھے۔ اخراجات کا سوال راستہ میں حائل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ گھروں میں رہکر بھی اتنا ہی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ کون ہے جو اپنے بچوں کی فیسیں ادا نہیں کرتا۔ کھانے اور کپڑوں کا خرچ نہیں دیتا۔ کتابیں اور کاپیاں نہیں خریدتا۔ یہی خرچ یہاں ہیں۔ ممکن ہے زیادہ سے زیادہ ایک دو روپے کا فرق ہو۔ لیکن وہ بھی دیہات سے والا گھروں میں یہی خرچ ہو جاتا ہے اور انسان اسکو خرچ تصور نہیں کرتا۔ باہر اس سے کم خرچ کو خرچ تصور کرتا ہے۔ کیونکہ اکٹھا دینا پڑتا ہے بوڈروں کی تعداد کسی زمانے میں دو صد تک پہنچ گئی تھی۔ اور اب گرتے گرتے نوے تک آ رہی ہے۔ اور یہ صرف بورڈنگ ہوس ہی ہے جس میں بیرونی طلباء آکر قادیان کی برکتوں سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ ورنہ سکول میں طلباء کی کمی نہیں ہے جو آتے ہیں۔ اور پڑھکر گاؤں میں چلے جاتے ہیں لیکن ہمیں اپنوں کو تعلیم دینا ہے۔ غیر تو بطور نوافل کے ہیں۔ اصل غرض جماعت احمدیہ کے بچوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ جو ابھی تک اس سے بہت حد تک قابل افسوس میں ہے۔ جہاں لوگ اور قربانیاں کرتے ہیں۔ خدا کیلئے یہ قربانی بھی اپنے ذمہ لیں۔ امید ہے۔ احباب گذشتہ کمی کی تلافی فرماکر مشکور ہونیکا موقعہ دینگے۔

احباب کی اطلاع کیلئے لکھا جاتا ہے کہ علاوہ مروّجہ تعلیم کے سکول میں قرآن شریف کا ترجمہ مع تفسیر ابتداء سے انتہا تک ختم کروایا جاتا ہے۔ حدیث کی کتابیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف کی باقاعدہ پڑھائی کی جاتی ہے۔ رواجی تعلیم وہی ہے۔ جو سرکاری مدارس میں ہے۔ وہی کتابیں ہیں۔ جو گورنمنٹ سکولوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ والسلام:-

(خاکسار۔ محمد الدین منیجر ہائی سکول قادیان)

شاندار نظارہ

زندگی وقف کرنے والے مجاہدین کا جلسہ

۲۲ اپریل ۱۹۲۱ء بروز جمعۃ المبارک ۹ بجے دن کے نہایت خوش کن منظر آنکھوں نے دیکھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ خدا کی نصرت کے دروازے کھل رہے ہیں۔ اور اسلام پر رونق اور بہار کے دن آ رہے ہیں۔ اس سے پہلے جمعہ کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے ایسے درد مند اور اسلام پہ فدا ہونیوالے لوگوں کو پکار اٹھا۔

جو اپنے خرچ پر حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم کے ماتحت دوسرے ملکوں میں نکل جاویں۔ کام اسیطرح کریں جسطرح تنخواہ دار مشنری کرتے ہیں۔ اسی طرح رپورٹیں دیں اور جہاں انکو رہنے کا حکم ملے۔ وہاں رہیں۔ اور جہاں سے چلے جانیکا حکم ہو وہاں سے چلے جاویں۔

اس آواز پر قادیان کی چھوٹی سی بستی میں سے پچاس کے قریب آوازیں لبیک کی اٹھیں۔ انہوں نے یہ عہد کرلیا ہے کہ ان کو وحشی سے وحشی لوگوں میں جانا پڑے۔ سخت سے سخت ملکوں میں جانا پڑے اور خواہ پیدل سفر کرنا ہو۔ خواہ بھوک سے فاقے کاٹنے پڑیں۔ مگر ہم جب تک زندہ ہیں۔ اسوقت تک اپنے مشن کی آواز دنیا میں پہنچائیں گے۔

اپنی زندگیاں وقف کرنیوالے ہر قسم کے لوگ ہیں۔ علماء اور انگریزی خوان بھی ہیں۔ فارسی اور دوسری زبانوں کے واقف بھی ہیں۔ پیشہ ور اور تجارت پیشہ لوگ بھی ہیں۔ طالب علم اور فارغ التحصیل بھی ہیں۔ غرض ہر قسم کے آدمیوں کا مجموعہ ہے۔ ۱۶ سالہ بچے سے لیکر ۳۵-۳۶ سالہ نوجوان تک آدمی ہیں۔ میں جب اس نظارہ کو دیکھ رہا تھا۔ اسوقت میری خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ میرا تصور مجھے دکھا رہا تھا۔ کہ کیا ہی پیارا اور اچھا وقت ہوگا جبکہ یہ پچاس نوجوان تمام دنیا میں پھیل جاوینگے اور جاکر مختلف بلاد سے احمدیت کی آواز بلند کریں گے۔ اللہ اکبر اسوقت دنیا کی توجہ احمدیت کیطرف بڑے گی۔ قوموں کی قومیں آکر احمدیت کے نیچے اور تازے بہتے ہوئے چشمے سے سیراب ہونگی وہ خدا کی تازہ وحیوں کو پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گی۔ اور ایمان میں کامل ہونگی۔

اسوقت معماروں کا رد کیا ہوا پتھر کونے کا پتھر ثابت ہوگا۔ لوگ اس نام سے فخر کریں گے۔ بادشاہ اسکے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ سلطنتیں انکی غلام کہلانا باعث عزت جانیں گی۔ یکدم ساری دنیا سے لوگ احمدیت کے نیچے جمع ہونے لگیں گے۔ دشمنوں کے دلوں سے اسلام کی نفرت دور ہو کر محبت پیدا ہوگی۔ اس وقت ہر طرف اسلام ہی اسلام ہوگا۔ میرا تصور مجھے یہ نظارے دکھا رہا تھا۔ کہ ناظر صاحب صیغہ اشاعت نے زندگی وقف کرنیوالوں کے سامنے اپنی تقریر شروع کی۔

یہ تقریر اس غرض سے تھی۔ کہ مجاہدین کو بتایا جاوے۔ کہ وہ زندگی وقف کرنیکے بعد ایک اور عالم میں ہیں۔ جسمیں انکو بہت سی مشکلات آئیں گی۔ اگر وہ ان میں ثابت قدم رہنے کی امید اور عزم رکھتے ہیں۔ تو وہ آئیں۔ آگے بڑھیں۔ اور اگر مشکلات کا مقابلہ کرنے سے ان کے قدم لڑکھڑا جاویں گے۔ تو ان کو اسوقت ہی آگے نہ آنا چاہیئے۔ انہوں نے صحابہ رض کی مشکلات اور صحابہ کی جنگوں کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ بعض صحابہ بعض اوقات ایک ایک کھجور پر گذارہ کیا کرتے تھے۔ غربت کی یہ حالت تھی۔ ایکدفعہ حضرت علی رض نے سولہ ڈول نکالے۔ اور سولہ کھجوریں لیکر پیٹ بھرا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رض نے پرانے کپڑے بیچکر کچھ مدت تک گذارہ کرتے رہے۔ حضرت عمر رض دلالی کا کام کرتے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات فاقوں سے ہوتے اور آپ کے ہونٹوں پر پیپڑی جمی ہوئی دیکھ کر صحابہ آپکی دعوتیں کرتے۔ باوجود ان مشکلات کے باوجود ان مشقتوں کے جب نبی کریم صلعم جنگ کے لئے بلاتے ہیں۔ تو سب کے سب ہی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یارسول اللہ ہم آپ کے دائیں لڑیں گے۔ بائیں لڑیں گے۔ آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے۔ لڑکوں کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ چھپ چھپ کر ساتھ چلتے تھے۔ تاکہ آنحضرت صلعم دیکھ کر واپس نہ کردیں۔

صحابہ رض ان مشکلات میں سے گذرے۔ آخرش پھر خدا تعالیٰ نے ان کو حکومت ملک۔ فتح ہر چیز کی دی پس اگر تم بھی اپنے اس میدان میں آنا چاہتے ہو۔ تو ضروری ہے۔ کہ کچھ مشکلات تمہارے راستے میں آویں۔ اگر ان کے برداشت

کی طاقت ہے۔ تو تم مبارک ہو۔ کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ نبی کریمؐ اور صحابہ کے واقعات سنانے کے بعد ناظر صاحب نے کچھ اپنے واقعات سنائے۔ اور بتایا کہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ جبکہ میں ان مشکلات میں ثابت قدم رہنے کیلئے تیار ہو گیا۔ آخر میرے لئے خدا نے ان سب مشکلات کو دور کر دیا۔ اور انہوں نے بتایا کہ ہندوستان سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تحریک پر حضرت خلیفۃ المسیح اول نے مصر بھیجا۔ وہاں چھ ماہ تک میں استاد کے متعلق کوشش کرتا رہا۔ مگر استاد نہ ملا۔ اور دوسرا نقص یہ تھا۔ کہ میں عربی بولنی چاہتا تھا۔ مگر مصری لوگ مجھ سے انگریزی بولتے تھے۔ اس لئے میں نے خیال کیا۔ کہ اسطرح میرا ارادہ [illegible] حل نہ ہو گا۔ چھ ماہ کی تکالیف [illegible] برداشت کر کے میں بیروت [illegible] گیا۔ وہاں بھی ابتدا میں مجھے [illegible] استاد نہ ملا جس سے میں سخت تنگ آ گیا۔ آخر بڑی مشکل سے مجھے استاد ملا۔ تو جنگ شروع ہو گئی۔ میرے استاد نے کہا۔ کہ تم کو یہاں تکلیف ہو گی۔ تم واپس چلے جاؤ۔ ادھر ہندوستان سے خط آیا۔ کہ تم کو خرچ نہ مل سکیگا۔ لہٰذا مصر چلے جاؤ۔ اسوقت مجھے بڑا افسوس ہوا۔ اور میں نے کہا۔ کہ اگر میرا رزق ہندوستان کے رازق کے ہاتھ میں ہے۔ تو اس سے میرا مرجانا بہتر ہے۔

اسکے بعد گو میں بڑی بڑی تکالیف میں سے گزرا مگر میں کبھی بھوکا نہ رہا۔

انہوں نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ مجھے نظر بندی کے لئے لے گئے۔ وہ نظر بندی میرے لئے کچھ مشکلات کا باعث تھی۔ مگر وہ میرے لئے رحمت ثابت ہوئی۔ ایکدفعہ مجھ پر گولی بھی چلائی گئی۔ مگر اس گولی کا چلانیوالا ہی مر گیا۔ اور میں بچ گیا۔

لیکن ان سب مشکلات کے اندر میں نے دعاؤں کے ہتھیار کو نہیں چھوڑا۔ اور اسکو میں استعمال کرتا رہا۔ پس میں آپ لوگوں کو اپنے واقعات سنا کر بھی یہی بتاتا ہوں۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ انّ مع العسر یسرا۔ انّ مع العسر یسرا۔ دو دفعہ عسر آتا ہے۔ پس ان عسروں سے اگر تم نہ گھبراؤ گے۔ تو بس پھر کوئی تکلیف نہیں۔

ایسا [illegible] ہر مشکل کا مقابلہ کرنیکے لئے تیار رہو۔ آخیر میں آپ نے سات دن سے لیکر ۲۱ دن تک استخارہ کرنے کا حکم دیا۔ اسکے بعد پھر ان مقامات کا علم ان کو دیا جائیگا۔ جہاں وہ جانے والے ہیں۔

مجاہدین کے استخارے شروع کر دیئے گئے ہیں۔ ہم ۲۱ دن تک شایع کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ کہ کون کون مبلغ کہاں کہاں جائیگا؎

بہادر لڑکا

ایک بہادر لڑکا۔ جسنے اپنا نام زندہ کر لیا۔ جس کا ذکر خلیفۃ رسول اللہ نے اپنے ممبر پہ کیا۔ (کرمدین)

کرم الدین قادیان کا غریب طالبعلم تھا۔ جسکو آسانی سے روٹی بھی میسر نہ تھی۔ کچھ مدت تک مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا رہا۔ بڑی مسجد میں نیچے کے کمرے میں رہتا تھا۔ امیر طلباء کی خدمت کر دیا کرتا تھا۔ جسکے عوض وہ کچھ اسکی مدد کر دیتے لیکن جب اسنے دیکھا۔ کہ باوجود اس محنت کے وہ تعلیم کے لمبے کورس کو ختم نہیں کر سکتا وہ درزی خانے میں داخل ہو گیا۔ درزی خانے میں بھی غربت نے اسکا ساتھ نہ چھوڑا لیکن اسنے کچھ کام سیکھا۔ اسکی شادی قریب تھی۔ جبکہ اسکے دل میں تبلیغ کا جوش پیدا ہوا ہے۔ وہ اپنے گھر سے بھاگا۔

آپ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ والدین اپنے بچے کے گم ہو جانے پر کیسے دکھی ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ اس بچے کی شادی ہونے والی ہو۔

کرم الدین محنت مشقت کر کے بمبئی پہنچا۔ اور وہاں سے ایک لنڈن جانیوالے جہاز پر نوکر ہو گیا۔ جہاز میں خدمت کرتے ہوئے لنڈن پہنچ گیا۔ وہاں جاکر ملازمت سے مستعفی ہو گیا۔ اور یک بیک احمدیہ مشنریوں کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ لنڈن میں احمدی موذن ہے۔ اور دن بھر محنت مزدوری بھی کرتا ہے۔ مبلغوں کی خدمت بھی کرتا ہے۔

ایک دن جبکہ وہ بلند آواز کے ساتھ اذان دے رہا تھا۔ ایک لیڈی نے کہا۔ کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ اسنے کہا۔ کہ میں لوگوں کو خدا کی عبادت کرنے کے لئے بلا رہا ہوں۔ لیڈی نے کہا۔ کہ اگر اسی زور سے آواز دیگا تو تو قید ہو جائیگا۔

بہادر کرمدین نے جواب دیا۔ کہ اگر میں قید ہو جاؤں گا۔ تو قید خانے میں بھی اذانیں دونگا۔

یہ ہے نوجوان کرمدین جسکا ارادہ جلد جاپان جاکر تبلیغ کرنیکا ہے۔ ہمارے نوجوانوں کے لئے اسکی زندگی ایک نمونہ ہے۔

جس قوم میں ایسے بچے ہوں۔ وہ قوم زندہ ہے۔ اور ترقی کر رہی ہے۔ احباب کرم دین کیلئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے زندگی دے۔ اور توفیق رفیق دے۔ اور اس کے ذریعے سے دین کی ترقی ہو آمین ثم آمین :۔

خدا کیلئے سات سال ،

مبلّغین کلاس کے طلبا، جو مدرسہ احمدیہ میں سات سال تک تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ بعد ازیں انہوں نے مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اب مبلّغین کلاس میں لگے ہوئے ہیں۔ جن کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) مولوی ظہور حسین صاحب فاضل
(۲) مولوی جلال الدین صاحب فاضل
(۳) " شاہزادہ " "
(۴) " غلام احمدؐ " "
(۵) " ابوبکر صاحب فارغ التحصیل مدرسہ احمدیہ
(۶) " زین العابدین صاحب ماریشس
(۷) " ظل الرحمان صاحب بنگالی۔

انکے علاوہ اور بھی بعض احباب ہیں۔ جن کے متعلق ابھی علم نہیں۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور یہ اقرار کیا ہے۔ کہ ہم سات سال تک برابر اسلام کی خدمت کرینگے۔ اور سات سال خدا کیلئے صرف کرینگے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ ان نوجوانوں کیلئے درد دل سے دعا کریں۔ کہ وہ اپنی زندگی کے بہترین سال نہایت خیر و خوبی سے گذاریں۔ اور ان سات سال کے عوض میں خدا انکو زندگی بھر خدمت دین کی توفیق دے۔ آمین :۔

پرکاش کی کمینگی ،

۲۴ اپریل ۱۹۲۱ء کے پرکاش میں ایڈیٹر پرکاش احمدیوں کو کمینہ اور تنگ دل ٹھیراتے ہیں۔ مگر سچ تو یہ ہے۔ کہ ایڈیٹر پرکاش کی کمینگی خود اسبات سے ظاہر ہو رہی ہے۔ کہ وہ اتنی بڑی جماعت کو تنگ دل اور کمینہ قرار دیتا ہے۔ باوجود اسکے کہ پرکاش کو مخاطب نہیں کیا گیا۔ مگر آ بیل مجھے مار۔ آگے بڑھکر دوسروں کو کمینہ اور تنگدل کہنا۔ گالیاں دینی یہ آریہ سماج ہی کا شیوہ ہے۔ اس بدزبانی کے سہارے انکی زندگی ہے۔ یہی انکا مذہب ہے۔

ایک معزز جماعت کو کمینہ کہنے والا خود کمینہ ہے۔ اور وہ اپنی اس کمینگی کیوجہ سے اپنے اندرونی گند کو ضبط نہیں کر سکا۔ اور اسکو اچھالنے لگا۔ اور وہ اس سے رُک کسطرح سکتا تھا۔ جبکہ دیانند اور لیکھرام سے پنڈت بھی جو انکے لیڈر تھے اس گند کے اچھالنے سے باز نہ رہ سکے۔ اور ستیارتھ اور کلیات میں انہوں نے مختلف مذاہب کے ہادیوں کی جو توہین کی وہ ظاہر ہے۔ پس یاد رہے۔ کہ

نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا
کتوں سا کھولنا منہ تخم فنا یہی ہے

یہ اصول بہت غلط ہے۔ اور اپنے گند کو اچھالکر دوسروں پر پھینکنا اور اس قسم کا بھنگڑپن دکھانا مہذب آدمیوں کا خاصہ نہیں۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ایڈیٹر پرکاش آئندہ خواہ نخواہ کسی کا دل نہ دکھائیں گے۔

سیلون کی خبریں ،

(۱) ایک دوست نے لکھا ہے۔ کہ ہمارا اخبار چار سال کے عرصہ سے جاری ہے۔ ہمیں مشکلات کا اسقدر سامنا دیا ہے۔ کہ خیال تھا۔ کہ شاید اخبار بند ہو جائے۔ بالخصوص گذشتہ سال جبکہ ہماری جماعت بوجہ مقدمہ بہت ہی زیر ابتلا رہی۔ بظاہر کوئی امید نہ تھی۔ کہ ہمارا اخبار جاری رہ سکے گا۔ لیکن خدا کا فضل ہے۔ کہ ہمارا اخبار تامل اور انگریزی ہر دو زبان میں شایع ہوتا رہا ہے۔ خریداروں کی بہت کمی ہے۔ ہمیں زیادہ تر تکلیف اٹھانی کرنی پڑتی ہے۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح یہ پیغام حق دنیا تک پہنچ جائے۔ احباب سے التجا ہے۔ کہ وہ اس اخبار کے خریدار بڑھانے میں کوشش فرمادیں؟

(۲) مسٹر ٹی۔ کے۔ لائی۔ اور مسٹر طاہر ممکن طریق سے سلسلہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ اور فی الحقیقت یہی دو صاحب ہیں۔ جنکے مصارف پر اخبار چل رہا ہے۔ علاوہ اخبار کے وہ انواع و اقسام کے پمفلیٹ اور ٹریکٹ وغیرہ بھی شایع کرتے رہتے ہیں۔ احباب ان دونوں صاحبوں کیلئے بہت بہت دعا فرمادیں۔

(۳) مولوی ابراہیم صاحب بفضل خدا اب تامل زبان میں نہایت خوبی سے لیکچر دیتے ہیں۔ انکے حق میں بھی دعا فرمادیں۔ کہ خدا انکے کام میں برکت دے۔ آمین :۔

(کے ایم۔ محمد حسن سیلونی از قادیان)

مکالمہ

میں ۱۵ ماہ حال صبح کی ٹرین سے ریلوے سٹیشن مخوتک جا رہا تھا۔ کہ راستہ میں لوہیاں خاص جنکشن پر ٹرین غیر معمولی طور پر بہت عرصہ تک ٹھیری۔ صبح کا آغاز تھا۔ میں سیکنڈ کلاس کے کمرہ میں تنہا بیٹھا قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ کہ میرے کمرے میں انگریزی علاقہ کے انسپکٹر صاحب پولیس آ گئے۔ ان کے اور میرے درمیان لوہیاں سے مخوتک جو گفتگو ہوئی۔ وہ سوال جواب کے طرز پر میں نے ذیل میں لکھ دی ہے۔ برائے مہربانی اپنے اخبار میں ہیڈنگ ذیل "ٹرین میں ایک احمدی منصف اور غیر احمدی انسپکٹر پولیس کے درمیان مذہبی اور موجودہ حالت زمانہ پر تذکرہ" سے شائع کر کے مشکور فرماویں

انسپکٹر۔ کیا آپ گیتا پڑھ رہے ہیں؟

منصف۔ نہیں میں قرآن مجید پڑھتا ہوں۔

انسپکٹر۔ سردی چند روز سے بڑی پڑنے لگ گئی ہے۔

منصف۔ موسم سردی کا شروع ہو گیا ہے۔

انسپکٹر۔ آپ کے ساتھ بندوق ہے شکار کیلئے کہیں جانے کا ارادہ ہے۔

منصف۔ میں دراصل ایک سرکاری کام کو جا رہا ہوں۔ ضمناً اگر راستہ میں کوئی مرغابی وغیرہ ملگئی۔ تو شکار کر لیا جاویگا۔

انسپکٹر۔ جناب جالندھر میں تشریف رکھتے ہیں۔

منصف۔ میں سلطانپور میں جو کہ ریاست کپورتھلہ کا علاقہ ہے۔ منصف ہوں۔ آپ کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔

انسپکٹر۔ میں ریلوے پولیس میں انسپکٹر ہوں۔ فیروزپور شہادت کیلئے جا رہا ہوں۔ اور دہلی سے آیا ہوں۔

منصف۔ آپ کیلئے دہلی سے براہ راست فیروزپور جانے میں آسانی تھی۔

انسپکٹر۔ بیشک۔ لیکن مجھ کو جالندھر میں کام تھا۔ اسلئے میں جالندھر کے راستہ آیا ہوں۔ کل میں ریاست جیند میں تھا۔ وہاں پر حضور لاٹ صاحب پنجاب کی تشریف آوری کا جلسہ تھا۔

منصف۔ آپ کا موجودہ زمانہ کی شورش کے متعلق کیا خیال ہے۔

انسپکٹر۔ جناب کا کیا خیال ہے۔

منصف۔ میرے نزدیک اسوقت جو طرق لوگوں نے اختیار کیا ہؤا ہے۔ یہ بالکل نقصان دہ ہے۔ ورنہ خلافت کا مسئلہ ایک ایسی بات ہے۔ جس کی اصلیت کسی مذہبی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ خواہ مخواہ ملک میں بے چینی پھیل رہی ہے۔ درحقیقت یہ سب کچھ مذہب کی ناواقفیت کے سبب سے ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ قرآن کے حکم کے ماتحت اپنی حالت کو بدل لیں۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ" یعنے جب ہم اپنی اصلاح کرینگے۔ تو خدا کا وعدہ ہے۔ کہ ہم پر آسمان سے فضل نازل ہو گا۔ جس کے لئے کوئی توپ و تفنگ اور کوئی دنیاوی حکومت سد راہ نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کے مذہبی احساس اور واقفیت اور ہمدردی کی حالت تو یہ ہے۔ کہ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق خدا کا برگزیدہ یعنی مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں آیا۔ اسلام کے اصلی دلربا چہرہ کو دنیا پر ظاہر کر کے چلا بھی گیا۔ لیکن عام طور پر مسلمانوں کو کوئی خبر تک نہیں ہوئی۔ کہ کیا بات ہے۔ تحقیق کریں۔ یا رسول کریم صلعم کے حکم کے ماتحت اس امر کی پڑتال کی جائے۔ کہ اس زمانہ کے متعلق جو برگزیدہ انسان کے ظہور کے لئے علامات آنحضرت نے فرمائیں۔ پوری ہوئیں یا نہیں۔ اگر پوری ہو گئی ہیں۔ تو مدعی کیوں نہیں پیدا ہؤا۔ مسیح موعود یعنی مرزا غلام احمد صاحب نے دنیا میں آ کر رسول کریمؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق کہ آخری زمانہ میں جو قرب قیامت کا زمانہ ہو گا۔ لوگوں کی روحانی حالت بہت خراب ہو جائیگی۔ اسوقت خدا کیطرف سے دین اسلام کو تازہ کرنیکے لئے جس کی حفاظت کا خدا نے ذمہ لیا ہؤا ہے۔ ایک فرستادہ آئے گا۔ اور از سر نو دین اسلام کو تازہ کریگا۔ اور روحانی خزائن تقسیم کریگا۔ یعنی امور الٰہیات کی خلقت پر تشریح کرے گا۔ اور تزکیۂ نفس کے طریق سمجھائیگا۔ چنانچہ مسیح موعودؑ نے بدلائل ثابت کر دیا کہ قرآن کریم کی تعلیم سچی تعلیم ہے۔ اور باقی تعلیمیں مختص الوقت اور مختص المقام تھیں۔ اور مذہب اسلام کا اصلی سخن جو زمانہ کی غفلت سے گرد و غبار آلود ہو گیا تھا۔ وہ صاف کر کے لوگوں پر ظاہر کیا۔ اور دیگر مذاہب والوں کو چیلنج دے دے کر بلایا۔ نوے کتب تصنیف کیں۔ دیگر مذاہب کیطرف سے جو مذہب اسلام اور بانیٔ اسلام پر غلطی اور ناواقفیت سے اعتراضات ہوئے تھے۔ ان کا جواب دیکر اعتراض کرنیوالوں کو شرمندہ کیا۔ قرآن کریم کی عظمت کے متعلق ایسے دلائل پیش کئے۔ کہ اونکے سامنے کوئی دم نہیں مارتا۔ اور نہ کوئی قیامت تک دم ماریگا۔ لیکن مسلمانوں نے ان کو بھی گالیاں دیں۔ اور برا بھلا کہا۔ اس زمانہ کے متعلق جو رسول کریمؐ نے فرمایا ہے۔ کہ اسوقت کے علماء بدترین خلائق سے ہونگے۔ یعنے اسوقت کے علماء کو اصلی قرآنی تعلیم سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔ ظاہر پرست ہونگے۔ اور دین اسلام سے کوئی ہمدردی نہ ہو گی۔ نمونہ کے طور پر اونکے متعلق آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔

ایک مرتبہ ایک جلسہ میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب کو مخاطب کرکے میں نے کہا۔ کہ دین اسلام میں اگر رسول کریم صلعم کے فرمانے کے مطابق کوئی ضعف نہیں آیا۔ اور اس زمانہ میں خدا کی طرف سے کسی مصلح کیضرورت نہ تھی۔ تو میں دو سوال مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہوں۔ اگر انکا جواب مولوی صاحب نے کافی دیدیا۔ تو میں مان لوں گا۔ کہ واقعی مرزا صاحب یعنی مسیح موعودؑ کے دنیا میں آنیکی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر بالکل جواب مولوی صاحب سے بن نہ پڑا۔ اور میں نے جو مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل ہونیکا فخر رکھتا ہوں۔ جواب معقولیت سے دیدیا۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ مرزا صاحب خدا کے فرستادہ تھے۔ اس پر اسوقت یہ طے ہوا۔ کہ سوال کیا جائے۔

چنانچہ میں نے مولوی صاحب سے یہ سوال کیا۔ کہ آپ لوگ عام طور پر مسلمانوں کے رہنما کہلاتے ہیں۔ اور دین اسلام کے وارث ہیں۔ اور ممبروں پر کھڑے ہو ہو کر وعظ اور نصیحت کرتے ہیں۔ آپ یہ جواب دیویں۔ کہ قرآن کریم کا جو یہ دعویٰ ہے۔ کہ جس قدر قرآن مجید میں دعوے کئے گئے ہیں۔ ان کے دلائل بھی ساتھ دیئے گئے ہیں۔ اور کسی آسمانی کتاب میں یہ طرز نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں آپ کہیئے کہ یہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا۔ پہلے آپ مان لیں۔ اسپر بڑی تلخی سے مولوی صاحب نے اقرار کیا۔ کہ قرآن مجید کا واقعی یہ دعویٰ ہے۔ کہ دلائل عقلیہ سے دعوٰی کا قرآن مجید ثبوت دیتا ہے۔ اس پر میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا۔ کہ قرآن کریم نے عالم معاد یعنی عالم آخرت کے متعلق عقلی دلائل کیا پیش کئے ہیں۔ مولوی صاحب سنکر بڑے تلملائے۔ کہ قرآن میں خدا نے فرمایا ہے۔ کہ "انی جاعلٌ فی الارض خلیفة"

اسی طرح کی دو تین آیات متعلق بیان کیں میں نے کہا۔ اسکا مطلب کیا ہے۔ مولوی صاحب نے مجھ کو اور باقی حاضرین جلسہ کو مخاطب کرکے کہنے لگے۔ کہ آپ قرآن سے انکار کرتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ کہ مولوی صاحب آپ ہم پر خواہ مخواہ یہ حملہ نہ کریں۔ کہ ہم نعوذ باللہ قرآن سے منکر ہیں۔ بلکہ آپ چند منٹ کے لئے یہ خیال کرلیں۔ کہ سوال دوسرے مذہب والوں کیطرف سے بغرض طلب دلائل آپ سے کیا گیا ہے۔ اسپر مولوی صاحب نے دوسرا عجیب جواب دیا۔ کہ مذہب میں عقلی دلائل کیسے۔ یہ کیا نئی باتیں نکال لائے ہو۔ اسپر مجھ سے نہ رہا گیا۔ حاضرین سے مخاطب ہوکر کہا۔ کہ آپ نے مولوی صاحب کی جواب سمجھ اور سن لئے۔ لوگوں نے کہا مولوی صاحب قطعاً جواب نہیں دے سکے۔ آپ دوسرا سوال کریں۔ چنانچہ میں نے مولوی صاحب سے پوچھا۔ آپ یہ فرمائیں۔ کہ قرآن کریم میں پانچسو کے قریب جو احکام ہیں۔ ان کا کیا فائدہ انسان تو کچھ دار ہستی ہے۔ اسپر یہ بار کیوں ڈالا گیا۔ مولوی صاحب جواب میں فوراً بولے۔ کہ آزمائش کیلئے۔ میں نے حاضرین جلسہ کو مخاطب کرکے کہا۔ لو صاحب یک نہ شد دو شد پہلے سوال کے جواب میں مولوی صاحب نے قرآن کریم کی تعلیم کو مخالف عقل بیان کیا۔ دوسرے سوال کے جواب میں مولوی صاحب نے خداتعالیٰ کو عالم الغیب ہونیکی صفت سے بھی معطل کردیا۔ کیا خوب جواب ہے۔ خیال فرمایئے کہ آزمائش تو وہ کرے۔ جسکو غیب کا علم نہ ہو۔ اسپر مولوی صاحب بڑے گھبرائے۔ اور پانچ چھ منٹ تک غیر متعلق باتیں کرکے خاموش ہو رہے۔ اور بہت نادم ہوئے۔ پھر میں نے بخواہش حاضرین سوالات کا جواب دیا۔

سوال اوّل۔ عالم معاد کا قرآن کریم نے عقلی ثبوت کیا دیا ہے۔

جواب۔ سورہ بقر میں خداتعالےٰ فرماتا ہے "کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون ط"

اس آیت شریف میں خداتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ دیکھو اربعہ قاعدہ ہے۔ جسمیں تین چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ چوتھی چیز معلوم کرلی جاتی ہے۔ یعنی ان معلوم تین چیزوں میں دو چیزیں ہم جنس اور تیسری اس چیز کے ہمجنس ہوتی ہے جو چوتھی معلوم کرنے والی ہوتی ہے۔ مثلاً چار آنہ کی ترکاری سیر بھر آتی ہے۔ آٹھ آنہ کی دو سیر آئیگی۔ جسکو ہر ایک شخص مانتا ہے گویا تین معلوم چیزوں میں سے دو قسمیں آنہ کی ہیں۔ تیسری قسم ترکاری ہے۔ جس کے ساتھ کی چوتھی چیز معلوم کرنی ہے۔ اس قاعدہ سے کسی کو انکار نہیں۔ اسطرح انسان کو خدا نے ثابت کرکے دکھلایا۔ کہ تمہارا رات دن کا مشاہدہ ہے۔ پہلے انسانی وجود نیست تھا پھر ہست ہوا۔ یعنے پیدا ہوا تیسری حالت جو مشاہدہ میں آتی ہے۔ پھر نیست ہوتا ہے۔ گویا دو نیستیوں اور ایک ہست ہونیکا مشاہدہ ہم کرتے ہیں۔ تو پھر چوتھی حالت یعنی بعد الموت زندہ ہونے سے انکار کیسے ہوسکتا ہے۔ اس جواب پر مولوی صاحب نے سرنگوں کرلیا۔ اور حاضرین محظوظ ہوئے۔

دوسرا سوال۔ قرآن کے پانچسو احکام کا بار انسان پر کیوں ڈالا گیا۔

جواب۔ دنیا میں قریباً سب مذاہب

میں روح کو غیر فانی اور جسم کو فانی تسلیم کیا گیا ہے۔ گویا دونوں میں سے روح افضل شئے ہوئی اور جسم ادنے۔ اسکی ایسی مثال ہے۔ جیسے مکان اور مکین کی۔ گویا روح مکین ہے۔ اور جسم اسکا مکان ہے۔ مکان کی لپائی مرمت وغیرہ سب مکین کی خاطر کی جاتی ہے۔ ورنہ مکان کی خاطر نہیں۔ سو اب خیال کیا جائے۔ کہ صحیفہ قدرت سے ہم کو کیا سبق ملتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ زمین اور اسپر نباتات پانی ہوا۔ اجرام فلکی یعنے سورج چاند تارے وغیرہ تغیر موسم بارشیں سب جسم کی نشو و نما کیلئے بنائے گئے ہیں۔ جب جسم جو روح سے بدرجہا کمتر ہے۔ اسکے واسطے سب کچھ موجود ہے۔ تو روح جو سب سے اعلیٰ شئے ہے۔ اسکی ترقی اور نشو و نما کیلئے کوئی چیز نہ ہو۔ یہ عقل فتویٰ ہرگز نہیں دیتی۔ بلکہ جسم کیلئے جو جو عجیب انتظامات خداتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے جاری کئے ہوئے ہیں۔ ان سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے۔ کہ روح کی ترقی اور بہبودی کے لئے اسباب ضرور مہیا کئے گئے ہیں۔ کیونکہ جب خادم کے لئے لطیف سے لطیف سامان موجود نظر آتے ہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ مخدوم کے لئے کچھ نہ ہو۔ اسلئے روحانی ترقی کیلئے نہاں در نہاں اور لطیف سامان موجود ہیں۔ جیسا کہ خدا وقتاً فوقتاً انبیاء کا سلسلہ قایم کرکے روحانی مدارج کی ترقی کے لئے قواعد تعلیم فرماتا ہے۔ جن پر عمل کرنے سے تزکیہ نفس کرکے روحانی اوج کی اعلےٰ سے اعلیٰ منزلیں طے کرتے ہوئے انسان کی روح اپنی اصلی غرض یعنی خدا سے وصال حاصل کرکے نجات حاصل کر لیتی ہے۔ جو [illegible] اصل مدعا ہے۔ جس اعلیٰ درجہ پر جاکر انسانی روح ترقی پکڑتی ہے۔ اسکو بہشت اور نجات کے لفظ سے نامزد کیا جاتا ہے۔ چونکہ روح نہایت لطیف اور غیر فانی شئے ہے۔ اسلئے خدا نے اپنی حکمت سے اسکے لئے ویسے ہی قوانین مقرر فرمائے۔ جنپر قدم مارنے سے انسان ترقی کرتا کرتا خدا سے جا ملتا ہے۔ وہ قواعد قرآن مجید میں درج ہیں۔ جو پانچو کے قریب ہیں۔ اس جواب کو میں نے بہت مفصل طور پر اور عقلی دلائل سے بیان کیا جس سے حاضرین جلسہ خوش ہوئے۔ اور مولوی صاحب بہت نادم ہوئے۔ حاضرین جلسہ سے بعض نے کہا۔ کہ مولوی صاحب مرزا صاحب کی تعلیم واقعی بہت عمدہ ہے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ ہاں میں نے مرزا صاحب کی کتابیں دیکھی ہیں۔ براہین احمدیہ پڑھی ہے۔ اسپر میں نے مولوی صاحب سے پوچھا۔ کہ براہین کے مضامین آپ بتا سکتے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ براہین میں توحید کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسپر میں نے کہا۔ کہ مولوی صاحب آپ نے براہین کا قطعاً مطالعہ نہیں کیا۔ نہ آپ کو کوئی درد ہے۔ کہ ایسی کتابیں غور سے دیکھی جائیں میں نے کہا مولوی صاحب براہین میں تین سو محکم دلائل کے ساتھ حقانیت قرآن کریم اور رسول کریم کا سچا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ۱۸۸۰ء سے اشتہار انعامی دس ہزار روپیہ کا اس کتاب کے شروع میں اون سب لوگوں کیلئے دیا گیا ہے۔ جو منکر کتب الہٰی کتاب کی قرآن مجید سے اون دلائل میں اور براہین حقانیہ میں۔ جو قرآن مجید سے براہین احمدیہ میں لکھے گئے ہیں۔ ثابت کر دکھلائیں یا اگر اون کی الہامی کتاب ان دلائل کے پیش کرنے سے عاجز ہو۔ تو اسکا اقرار کر کے براہین احمدیہ کے دلائل ہی نمبر وار توڑ دیں۔ اسپر مولوی صاحب خاموش ہوئے۔ پھر میں نے کہا۔ کہ مولوی صاحب اگر آپ سب کتابیں مرزا صاحب کی دیکھ چکے ہیں۔ آپ یہ بھی بتلائیں۔ کہ کس قدر کتابیں ہیں۔ اسپر مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں ازالہ اوہام اور سرمہ چشم آریہ میری دیکھی ہوئی ہیں۔ میں نے کہا خوب آپ نے دو تین کتابوں کا نام لے دیا حالانکہ مرزا صاحب نے ۹۰ کتب تصنیف فرمائی ہیں۔

انسپکٹر۔ میں نے آپ کی گفتگو سے کئی مفید باتیں سیکھی ہیں۔ جن سے مجھکو بڑی خوشی ہوئی۔ آپ کس احمدی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ قادیان سے یا لاہور والوں سے۔

مصنف۔ آپ کے سوال سے مجھے ہنسی آتی ہے۔ مذہب اسلام ہے۔ اسکو بموجب فرمان رسول کریمؐ کے آخری زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے دنیا میں آکر از سر نو تازہ کیا۔ اور اوسکا خوبصورت چہرہ جو مسلمانوں کی گندی حالت اور کم توجگی کے گرد و غبار میں لپیٹ کر کریہ المنظر ہو گیا تھا۔ اسکو صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ہمکو فرقہ بندی سے کیا غرض۔ ہمکو کسی کی شخصیت سے کوئی غرض نہیں۔ حضرت مرزا صاحب سے ہمارا کوئی دنیوی رشتہ نہیں۔ ہم ان کے اسلئے پیرو ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق علامات معینہ کے ساتھ اس زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ اور رسول کریمؐ کے ساتھ ہی ہمارے خادم ہونیکی اسلئے نسبت ہی۔ کہ آنحضرتؐ کو خداتعالیٰ نے نبی آخر الزمان کر کے بھیجا اسلئے ہم دین اسلام میں داخل ہوئے۔ گویا اصلی غرض خداتعالیٰ کے احکام کی بجا آوری ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب کو غلط فہمی لگی ہوئی ہے۔

[illegible] (عبدالحکیم خان المصنف)